ضمیر بیدار

ہارون رشید حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ آیا ہوا ہے۔ وزیر فضل بن ربیع رات گئے تک اس کی حضوری میں رہتا ہے، اور پھر اجازت طلب کر کے سونے کے لیے اپنے خیمے میں چلا جاتا ہے۔ رات کا ایک حصہ گزر چکا ہے، فضل خوابِ نوشیں کے مزے لے رہا ہے، اچانک خیمے کے دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ فضل کی آنکھ کھل جاتی ہے، پوچھتا ہے: "کون؟" جواب ملتا ہے: "ہارون الرشید" فضل فوراً اٹھ کر خیمے سے باہر آتا ہے، دیکھتا ہے، امیرالمؤمنین، ہارون الرشید خیمے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ عرض کرتا ہے: "امیرالمؤمنین! حکم فرماتے، غلام خود درِ دولت پر حاضر ہو جاتا"۔ ہارون کہتا ہے: "میرے دل میں ایک کھٹک پیدا ہوئی ہے، جسے کوئی عالم ہی دُور کر سکتا ہے، چلو کسی کے پاس چلیں"۔ دونوں سفیان بن عینیہ کے خیمے پر پہنچتے ہیں۔ سفیان جلدی سے باہر نکلتے ہیں اور کہتے ہیں: "امیرالمؤمنین! مجھے طلب فرمالیتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔"

ہم جس مقصد کے لیے حاضر ہوئے ہیں وہ پورا فرمایئے"۔ ہارون کہتا ہے۔ کچھ دیر تک دونوں میں گفتگو رہتی ہے، پھر ہارون کہتا ہے: "آپ پر قرض ہے؟" "جی ہاں"۔ سفیان کہتے ہیں۔ "ابو العباس! ان کے قرض کی ادائیگی کر دو"۔ ہارون الرشید، فضل کو ہدایت کرتا ہے۔ پھر دونوں رخصت ہو جاتے ہیں۔ راستے میں ہارون، فضل سے کہتا ہے: "میرے قلب کو تو سامانِ تسلی نہ مل سکا"۔

"امیرالمؤمنین، اس طرف امام بن عبدالرزاق بن حمام بن نافع الحمیری الصنعانی اقامت پذیر ہیں"۔ "فضل ایک اور عالم ربانی کی نشاندہی کرتا ہے۔" چلو انھیں کے پاس چلتے ہیں۔ " دونوں عبدالرزاق بن حمام کے خیمے پر پہنچتے ہیں۔ فضل دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اندر سے سوال ہوتا ہے: "کون؟" "امیرالمؤمنین تشریف لائے ہیں"۔ فضل جواب دیتا ہے۔ عبدالرزاق فوراً خیمے سے باہر آتے ہیں اور کہتے ہیں: "امیرالمؤمنین! طلبی کا حکم صادر فرماتے، خود حضوری میں پہنچ جاتا۔"

"ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں اس کے لیے کچھ کیجیے"۔ ہارون کہتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بات چیت کے بعد دریافت کرتا ہے، "آپ پر کوئی قرض ہے؟" عبدالرزاق اثبات میں جواب دیتے ہیں۔

ابو العباس ان کا قرض ادا کر دو"۔ ہارون، فضل سے کہتا ہے۔ پھر دونوں نکل آتے ہیں۔ راستے میں ہارون کہتا ہے "تمھارے یہ صاحب بھی میری تشفی نہ کر سکے، آؤ کسی اور کے پاس چلیں"۔

"ادھر حرم کے شیخ، ائمہ ہدیٰ میں سے ایک، فضیل بن عیاض تمیمی مقیم ہیں"۔ فضل ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"ہاں انھی کے پاس چلتے ہیں"۔ ہارون آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

دونوں فضیل کے خیمے پر پہنچتے ہیں۔ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور قرآن کریم کی ایک آیت بار بار دہرا رہے ہیں۔ نماز پڑھ چکتے ہیں، تو فضل دروازے پر دستک دیتا ہے۔ فضیل پوچھتے ہیں: "کون ہے؟" "امیرالمؤمنین تشریف لائے ہیں"۔ فضل جواب دیتا ہے۔ "مجھے امیرالمومنین سے کیا کام؟" فضیل اندر ہی سے کہتے ہیں۔

"سبحان اللہ! کیا امیرالمؤمنین واجب الاطاعت نہیں؟" فضل کہتا ہے۔

فضیل بن عیاض دروازہ کھول دیتے ہیں اور جھٹ سے چراغ گل کر کے خود ایک گوشے میں سمٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہارون الرشید اور فضل دونوں گھپ اندھیرے میں ہاتھوں سے ٹٹولتے ہوئے انھیں تلاش کرتے ہیں۔ آخر ہارون الرشید انھیں ڈھونڈھ لیتا ہے۔ ہارون کا ہاتھ فضیل کے ہاتھ سے چھوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ "کیا ہی نرم ہاتھ ہے اور اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا اگر یہ قیامت کے روز عذاب الٰہی سے محفوظ رہے"! "آپ پر رحمت ہو ہم ایک غرض خاص کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں"۔ ہارون اپنی آمد کا سبب بیان کرتا ہے۔

"کون سی غرض اور کیسی غرض؟ آپ نے خود بھی اپنے نفس پر اعتماد کر لیا ہے اور آپ کے ساتھی بھی آپ کو اپنا مرکزِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ ان سے اپنے گناہوں کا بار اٹھالینے کو کہیں گے، مگر وہ انکار کر دیں گے۔ آج وہ آپ سے جتنی محبت اور شیفتگی کا اظہار کرتے ہیں، کل وہ اتنا ہی آپ سے دُور بھاگیں گے۔"

فضیل ایک لمحے کے لیے خاموش ہو جاتے ہیں۔ خیمے میں بدستور تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ رات کے سکوت میں صرف سانس کی آمد و شد کی آواز سنائی دیتی ہے۔ پھر کہتے ہیں: "امیرالمؤمنین! عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب زمامِ خلافت ہاتھ میں لی، تو سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ، محمد بن کعب القرظی اور رجا بن حیوٰۃ کو طلب کیا اور کہا: مجھے اس آزمایش میں ڈال دیا گیا ہے، آپ کوئی مشورہ دیں، امیرالمومنین! انھوں نے اپنی خلافت کو آزمایش خیال کیا، مگر آپ اور آپ کے ساتھی اسے نعمتِ لازوال سمجھ کر اس پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں، چنانچہ سالم نے جواب دیا "اگر آپ قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے نجات

چاہتے ہیں، تو مسلمانوں میں جو بڑی عمر کا ہے اسے اپنے باپ کا ہمسر، جو اوسط عمر کا ہے اس کو اپنا بھائی اور جو چھوٹا ہے اسے اپنا بچہ سمجھیے۔ اپنے باپ کے ہمسر سے نیکی کے ساتھ پیش آیے، اپنے بھائی کو رحم و کرم سے نوازیے اور اپنے بچے پر شفقت کیجیے۔

رجاء بن حیوٰۃ نے کہا: اگر آپ قیامت کے روز عذاب الٰہی سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں، تو مسلمانوں کے لیے بھی وہی پسند کیجیے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جس شے کو اپنے لیے بُرا سمجھتے ہیں، اسے مسلمانوں کے لیے بھی بُرا سمجھیے۔ پھر جب چاہیں بے خوف و حزن اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دیجیے، اے امیرالمؤمنین! میں بھی آپ سے یہی کہتا ہوں۔ میں آپ کو اس دن کا خوف دلاتا ہوں، جب بڑے بڑے مضبوط قدم ڈگمگا جائیں گے۔ اللہ آپ پر رحم کرے، کیا آپ کے ساتھی عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھیوں جیسے ہیں؟ آپ کو انھی جیسی باتوں کی تلقین کرتے ہیں؟"

ہارون رو پڑتا ہے، اور اتنا روتا ہے کہ غش کھا جاتا ہے۔ فضل، فضیل بن عیاض سے کہتا ہے: "اے شیخ! امیرالمؤمنین کے ساتھ نرمی برتیے"۔

"ربیع کے بیٹے! تم نے اور تمھارے ساتھیوں نے امیرالمؤمنین کو قتل کر دیا ہے اور اب مجھے نرمی کی تلقین کرتے ہو۔" فضیل بڑے وقار سے جواب دیتے ہیں۔

ہارون کو افاقہ ہوتا ہے، تو فضیل سے کہتا ہے: "یا حضرت! کچھ اور فرمایے۔"

فضیل کہتے ہیں: "امیرالمؤمنین! عمر بن عبدالعزیز سے ایک گورنر نے شکایت کی: کام اتنا زیادہ ہے کہ سونے کو وقت نہیں ملتا۔ عمر نے انھیں لکھا: اے بھائی! دوزخی دوزخ میں ہمیشہ بیدار رہیں گے اور سو نہ سکیں گے۔ تم اس وقت کا تصور کرو، تمھیں ایک روز سوتے یا جاگتے میں اپنے رب کی طرف ہانک لے جایا جائے گا۔ تمھارے قدم اس راستے سے ڈگمگانے نہ پائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو، تمھارا شمار حق ناشناس لوگوں میں کیا جائے اور امید منقطع ہو کر رہ جائے، اس گورنر نے جب یہ مکتوب پڑھا، تو منزلیں مارتا عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں آن پہنچا۔ عمر نے پوچھا: کیسے آئے ہو؟، اس نے جواب دیا: آپ کے مکتوب نے میرے دل پر لپٹے ہوئے پردے چاک کر دیے ہیں۔ اب میں جیتے جی کسی ولایت کا والی بننا منظور نہیں کروں گا۔"

ہارون زار و قطار روتا ہے پھر کہتا ہے "کچھ اور فرمایے۔"

فضیل کہتے ہیں: "امیرالمؤمنین! نبیؐ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسولؐ مجھے کسی علاقے کی خدمت عطا فرمایے۔ نبیؐ نے فرمایا: اے عباسؓ! ایسا نفس جسے تو زندہ و سلامت رکھ سکے، اس حکومت سے بہتر ہے جس کی ذمہ داریوں کا کوئی شمار

نہیں - حکومت قیامت کے روز حسرت و ندامت کا موجب ہو گی، لہٰذا حکمرانی کی تمنا سے دل کا دامن بچا سکتے ہو تو بچاؤ - "

ہارون پھر دھاڑیں مار مار کر روتا ہے اور کہتا ہے : "اللہ کی رحمت آپ پر سایہ گستر ہو کچھ مزید فرمایئے"۔

فضیل کہتے ہیں "اے حسین و جمیل چہرے والے ! قیامت کے روز اللہ تجھ سے اس مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا۔ اس چہرے کو آگ سے بچا سکتا ہے، تو بچا، اور زندگی کے شب و روز اس طرح گزار کہ تیرے دل میں اپنی رعایا کی جانب سے کوئی کھوٹ اور کینہ نہ ہو۔ نبیؐ کا ارشاد ہے : جس نے صبح اس حالت میں کی کہ اس کے دل میں رعایا کی طرف سے کینہ کپٹ بھرا ہوا ہے وہ جنت کی بو بھی نہ پائے گا"۔

ہارون پھر زار و قطار روتا ہے، پھر پوچھتا ہے : آپ پر کوئی قرض ہے ؟ فضیل کہتے ہیں "جی ہاں میرے رب کا قرض ہے، جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کرے گا۔ چنانچہ ہلاکت ہے میرے لیے جب میرا احتساب کیا جائے گا۔ ہلاکت ہے میرے لیے، جب مجھ سے پوچھا جائے گا اور ہلاکت ہے میرے لیے جب میری کوئی حجت کام نہ آئے گی - "

ہارون کہتا ہے "میری مراد لوگوں کے قرض سے ہے" فضیل کہتے ہیں : "میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا - اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدے کو سچ جانوں اور اس کی اطاعت بجالاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ - میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے سوا کسی اور غرض کے لیے پیدا نہیں کیا مجھے ان سے نہ تو رزق حاصل کرنے کی خواہش ہے اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں - بے شک اللہ ہی رزاق اور استوار قوت والا ہے - (الذاریات ۵۱: ۵۶-۵۸)

ہارون کہتا ہے : "یہ ایک ہزار دینار لیجیے اپنے اہل و عیال پر صرف کیجیے اور اپنے رب کی عبادت میں ان سے تقویت حاصل کیجیے - "

فضیل کہتے ہیں "سبحان اللہ ! میں نے آپ کو راستی کی راہ دکھائی اور آپ مجھے اس کا بدلہ دینا چاہتے ہیں"... فضیل خاموش ہو جاتے ہیں - ہارون اور فضل کو بھی کچھ کہنے کی جرات نہیں ہوتی - اسی عالم خاموشی میں دونوں اٹھ کر باہر آتے ہیں - نویں رات کا چاند غروب ہو رہا ہے اور آسمان پر ستارے جھلملا رہے ہیں - ہارون ایک نظر اپنے گرد و پیش پر ڈال کر فضل سے کہتا ہے : "ایسے اصحاب ہوتے ہیں جن کی

مجھے جستجو ہے"۔

---

(۲)

یہ مرد درویش، جن کے دامن میں بادشاہِ وقت اپنے دلِ مضطر کا سامانِ تسکین ڈھونڈھنے آیا ہے قرآن کریم کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ آج اس کی زندگی کتنی پاکیزہ اور تقویٰ و صلاح سے مزین ہے، مگر ایک زمانہ اس پر ایسا بھی گزرا ہے، جب یہ انسانیت کے عز و شرف سے محروم، کج روی اور غلط کاری کی پستیوں میں گرا ہوا تھا۔ غارت گری اور راہزنی اس کا پیشہ تھا۔ ابی ورد اور سرخس کا درمیانی علاقہ اس کی ترکتازیوں کی جولاں گاہ تھا۔ ادھر سے گزرنے والا کوئی قافلہ اس کی دستبرد سے بچنے نہ پاتا۔ قرب و جوار کے علاقے میں اس کی دہشت اس طرح دلوں پر طاری تھی کہ لوگ اس کا نام سنتے ہی لرز اٹھتے، لیکن پھر ایک دن اچانک اس کے شب و روز میں انقلاب رُونما ہو گیا....... ایک عجیب و غریب انداز سے۔

قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا۔ دوسرے راہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح فضیل کے شب و روز بھی لوٹ مار، قتل و غارت گری اور سلب و نہب سے عبارت تھے، جیسا کہ ان زمائم کا خاصہ ہے، قلب و نظر کی آوارگی اور اخلاق باختگی عموماً ان کے جلو میں آتی ہے۔ فضیل ایک لونڈی کے تیرِ نگاہ کے گھائل ہو گئے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت سے فراغت ملتی تو رات کی تاریکیوں میں چوری چھپے اس سے جا کر ملتے۔ ایک رات اس کے گھر کی دیواریں پھاند رہے تھے کہ کانوں میں آواز آئی۔ کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ پڑھنے والا پڑھ رہا تھا اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ 'کیا اہلِ ایمان کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں' (الحدید ۵۷: ۱۶)

ایک عجیب گھڑی اور طرفہ اتفاق تھا۔ رات کا ہیبت ناک سناٹا چار سو طاری تھا۔ ایک تو خود آیت ہی بڑی اثر انگیز تھی۔ اس پر پڑھنے والے کی سوزِ دل و جگر سے مملو آواز، غفلت و سرمستی کے پردے چیرتی ہوئی دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، دل سے ملامت بھری ہوک اٹھی، آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور زبان بے اختیار پکار اٹھی: "کیوں نہیں، میرے پروردگار! وقت آگیا ہے۔"

اسی وقت کمین گاہ کی طرف لوٹے، راستے میں ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ اہل قافلہ آپس میں محو گفتگو تھے، کچھ لوگ کہہ رہے تھے، اب یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ کچھ کی رائے تھی رات یہیں گزارنی چاہیے۔ فضیل گھات میں بیٹھا ہو گا، دیکھتے ہی ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔ ان کی اس گفتگو نے فضیل کے

دل و دماغ کی دنیا کو گویا جنجھوڑ ڈالا۔ سوچنے لگے : میری راتیں گناہوں میں کٹتی ہیں، مسلمان مجھ سے خوفزدہ اور نالاں ہیں، وہ میری بدولت بے خوفی سے نہ سفر کر پاتے ہیں نہ قیام۔ کیا مجھے ان مشاغل سے باز نہیں آجانا چاہیے؟ ان کے دماغ نے سوال کیا۔ اور دل کی زبان نے ترجمانی کرتے ہوئے جواب دیا ــــ "اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں، اور گناہوں کی یہ زندگی تج کر کے تیرے گھر کا جوار اختیار کرتا ہوں۔"

اب فضیل، وہ فضیل نہیں رہے تھے۔ ان کی زندگی کی کایا پلٹ چکی تھی، پتھر دل موم ہو چکا تھا۔ غفلت کیشی اور لذت پرستی کے بجائے اللہ کی محبت اور اس کا خوف ان کے دل میں گھر کر چکا تھا۔ اب ان کی راتیں عبادت گزاری اور دن حصولِ علم میں گزرتے۔ قرآن اور حدیث کے بڑے بڑے ائمہ ان کے استاد تھے۔ سفیان ثوری، اعمش، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحاق، حمید الطویل --- یہ وہ بحر زخار تھے جن سے فضیل سیراب ہوئے۔ اور اب علم و فقہ کی ان بلندیوں پر پہنچ گئے ہیں کہ بڑے بڑے ہم عصر علما ان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے شیخ سفیان الثوری بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ کردار کی عظمت و طہارت کا یہ عالم ہے کہ علم و عمل کے کوہ ہائے گراں انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ابنِ مہدی کہتے ہیں: فضیل مرد صالح ہیں۔ عجلی کوفی کو آپ یہ کہتے سنیں گے: فضیل ثقہ، عبادت گزار اور مرد صالح ہیں۔ شریک کہتے ہیں: ہر قوم کے لیے اپنے دَور میں کوئی نہ کوئی شخص حجت ہوا کرتا ہے، اور فضیل اپنے عہد کے لوگوں کے لیے حجت ہیں۔ عبد اللہ ابن مبارک کہتے ہیں: فضیل سے بڑھ کر افضل شخص روئے زمین پر کوئی نہیں۔

سب سے بڑی شہادت ایک شخص کے غلام یا خادم کی ہو سکتی ہے، جس کو اپنے آقا کی خوبیوں اور کمزوریوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ فضیل کے خادم ابن الاشعث کہتے ہیں: "میں نے فضیل سے بڑھ کر کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کے دل میں اللہ کا خیال جاگزیں ہو۔ فضیل کی مجلس میں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا وہ قرآن سنتے ہیں، تو ان پر خوف و حزن غالب آجاتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور یوں زار و قطار روتے ہیں کہ حاضرینِ مجلس ان کی حالت پر ترس کھانے لگتے ہیں"۔

فضیل اپنی توبہ کے مطابق بیت الحرام کے جوار میں رہتے ہیں۔ بلادِ اسلامی کے دُور دراز گوشوں سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، اور زندگی کی تب و تاب حاصل کرتے ہیں۔ زہد و تورع اور شب زندہ داری تو خاصانِ خدا کی عمومی خصوصیات ہوا کرتی ہیں۔ فضیل، اکلِ حلال کے اہتمام میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ بشر بن الحارث کہتے ہیں: فضیل کا شمار ان دس آدمیوں میں ہوتا ہے، جو اکلِ حلال کے سوا

اپنے پیٹ میں کوئی چیز جانے نہیں دیتے۔

ذکرِ الٰہی فضیل کے نزدیک اصل زندگی ہے، اور اس سے محروم رہنے والی ساعتیں باعثِ حزن و ملال ہیں، ایسی ساعتیں انسان کو ریاکاری اور تصنع کا خوگر بناتی ہیں، اور خلوص اور رضائے الٰہی سے بیگانہ کرتی ہیں۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری اور فضیل مل کر رات بسر کرتے ہیں۔ باہمی مذاکرات میں رات کٹ جاتی ہے، صبح ہوتی ہے تو سفیان کہتے ہیں: "آج رات خوب بسر ہوئی، زندگی میں ایسی ساعتیں کم ہی میسر آتی ہیں۔" فضیل کہتے ہیں: "آج کی رات بڑی ہی بُری رات تھی، اللہ ایسی ساعتوں سے بچائے"۔ سفیان تعجب سے پوچھتے ہیں: "یہ کیسے؟" فضیل کہتے ہیں: "اگر ہم یکجا نہ ہوتے تو دونوں کی شب بیداری اللہ کے لیے ہوتی، ہر ساعت اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے میں گزرتی، لیکن آج رات بھر آپ کو یہ خیال دامن گیر رہا کہ کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے میں کبیدہ خاطر ہوں۔ اسی طرح مجھے آپ کی رضامندی اور خوشنودی کی فکر رہی۔"

فضیل کی بلند نگاہی، خدا ترسی، سیر چشمی، اپنے اللہ پر اعتماد، توکل اور ماسوا سے بے نیازی کا اندازہ اس گفتگو سے کیا جاسکتا ہے جو ہارون الرشید سے ان کی ہوئی۔ اس گفتگو سے ان کے طرزِ فکر اور افتادِ طبع کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بادشاہِ وقت ان کے دروازے پر حاضر ہوتا ہے، لیکن اپنے بعض ہم عصروں کے برعکس جن کی علمی عظمت میں بلا شبہ کوئی کلام نہیں، وہ اس سے بے نیازی برتتے ہیں۔ آگے بڑھ کر خوش آمدید کہنے کے بجائے خود ان سے کترانے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر جو پند و نصیحت کرتے ہیں، اس میں مطلقاً اس امر کا لحاظ نہیں کرتے کہ ایک بادشاہ سے ہم کلام ہیں۔ لگی لپٹی بغیر دوٹوک اور واضح باتیں کہتے ہیں۔ اسے اس کی ذمہ داریاں یاد دلاتے ہیں۔ اور اس روز کا خوف دلاتے ہیں جب وہ ان ذمہ داریوں کی جوابدہی کے لیے اللہ کے حضور پیش ہوگا۔ اس کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہیں۔ کہتے ہیں تم نے اپنے گرد و پیش جس قسم کے لوگ اکٹھے کر رکھے ہیں، جن کے مشوروں پر تم اپنے عمل کی بنیاد رکھتے ہو، وہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ آج وہ تمھارے اِردگرد اس لیے جمع ہیں کہ اقتدار تمھارے پاس ہے، کل جب یہ اقتدار چھن جائے گا اور تم بارگاہِ الٰہی میں اپنے کارنامہ ہائے حیات کا حساب دینے کھڑے ہوگے، تو یہ تمھارے قریب بھی نہ پھٹکیں گے۔ تمھارے ساتھ ان کی محبت کے دعوے جھوٹے اور وابستگی و شیفتگی کی باتیں دھوکا ہیں۔ قیامت کے روز یہ تمھارے کسی کام نہ آئیں گے۔

کاروبارِ مملکت کے سلسلے میں تمھارا منہاجِ عمل اور خلقِ خدا کے ساتھ سلوک ایسا ہونا چاہیے جس سے قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے محفوظ رہ سکو۔"

ہارون ایک خطیر رقم نذر کرتا ہے، تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: "مجھے اس کی کوئی

احتیاج نہیں ۔ اللہ نے میری ہر احتیاج پوری کرنے کا خود وعدہ فرمایا ہے ۔ میرا کام یہ ہے کہ اس کے وعدے کی صداقت پر ایمان رکھوں اور اس کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گزاروں۔ "

فضیل علمائے سو سے بچنے کی اکثر تلقین کرتے ہیں۔ ایک بار ارشاد فرمایا: "علمائے سو سے احتراز کرو۔ یہ اگر تم کو دوست رکھیں گے، تو تمھاری تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں گے۔ جس کے تم سزاوار نہیں ہو اور اگر تم سے خفا ہوں گے، تو تمھارے خلاف جھوٹی شہادت تک دینے سے گریز نہیں کریں گے ۔ اور وہ شہادت مان لی جائے گی۔ "

ایک مرتبہ فرمایا: ... " غیبت علماء سو کا میوہ ہے، جس سے وہ اپنے کام و دہن کو لذت بخشتے ہیں۔ "

ایک بار سفیان بن عینیۃ کی مجلس میں حاضر ہوئے، تو فرمایا: "اے علما! تم شہروں کے چراغ تھے جن سے لوگ اکتساب نور کرتے تھے ۔ اب تمھارے دامن میں تاریکی کے سوا کچھ نہیں رہا۔ پہلے تم ستارے تھے، مگر اب سیاہ گھٹا بن چکے ہو ۔ جب تم حکام کے پاس جاتے ہو اور ان سے مال لیتے ہو تو کیا تمھیں شرم نہیں آتی ؟ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ مال و زر انھوں نے کہاں سے اور کیسے حاصل کیا؟ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم اپنی مسندوں پر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہو اور کہتے ہو: حدثنی فلان عن فلان (یعنی احادیث رسولؐ بیان کرتے ہو)۔"

علمائے حق اور علمائے سو کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی: "علمائے حق منکسر المزاج اور رقیق القلب ہوتے ہیں اور علمائے دنیا مغرور و متکبر، اور وہ عام لوگوں کو فرومایہ سمجھتے ہیں"۔

فضیل کے اقوال عارفانہ ژرف نگاہی اور گہرے مشاہدات پر مبنی ہوتے ہیں، کہتے ہیں:

- جب اللہ کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو مصائب اور رنج و حزن سے اسے آزماتا ہے اور جب دشمن بناتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے۔
- زبان سے اظہار محبت کرنے اور دل میں دشمنی رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے۔
- دو عادتیں دنیائے دل کو تباہ کر دیتی ہیں۔ ایک بہت کھانا دوسرے بہت سونا۔
- اگر مجھ سے کہا جائے، ایک دعا مانگو جو ضرور قبول ہوگی، تو میں بادشاہ کی اصلاح کے لیے دعا مانگوں گا۔ کیونکہ اس کی اصلاح رعایا کی اصلاح ہے اور اس سے ایک دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔
- ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے، عقل کی زکوٰۃ غم ہے۔
- دنیا ایک پاگل خانہ ہے اور اس میں لوگ دیوانوں اور پاگلوں کی مانند پابہ زنجیر مقید ہیں۔
- توکل یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھے اور اس کے ماسوا کسی سے نہ ڈرے۔

⬅ اگر تم رات کو اٹھ کر نفل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہو، تو سمجھ لو کہ حرماں نصیب ہو اور گناہوں نے تمھیں گھیر لیا ہے۔

⬅ جو شخص چاہتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن کر واہ واہ کریں، تو اس کا دامن زہد و ورع سے خالی ہے۔

شیخ الاسلام امام القدوہ فضیل بن عیاض بن بشر التمیمی الیربوعی، ابو علی الزاہد الخراسانی سے اور وہ اپنے شیخ اعمش سے ایک حدیث رسولؐ روایت کر رہے ہیں: "ام بشرؓ کہتی ہیں، رسول اللہؐ میرے کھجوروں کے باغ میں تشریف لائے، فرمایا: یہ باغ کس نے لگایا تھا؟ مسلمان نے یا کافر نے؟ میں نے عرض کیا: مسلمان نے۔ فرمایا:"مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اس سے انسان، جانور یا پرندہ کچھ کھا لیتا ہے، تو وہ اللہ کے نزدیک صدقہ قرار پاتا ہے"۔

آیئے! اس ارشاد کو حرزِ جان بنا کر اس محفل سے رخصت ہوں۔

اطلاع

احباب نوٹ کرلیں کہ ماہنامہ ترجمان القرآن کے انتظامی دفاتر 5 نومبر 1994 سے اچھرہ منتقل کیے جارہے ہیں۔ ایجنٹ اور خریدار حضرات آیندہ تمام خطوط، آرڈر، رقوم درج ذیل پتہ پر بھیجیں۔

منیجر، ماہنامہ ترجمان القرآن - ۵ اے ذیلدار پارک - اچھرہ - لاہور۔
ٹیلیفون نمبر : 7587916 (سرکولیشن)
7585590 (انتظامیہ)